زینت افشاں

پی ایچ ڈی سکالر، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

سقوطِ ڈھاکہ کے موضوع پر اردو فکشن میں حریتِ فکر کا عنصر

Zeenat Afshan

PhD Scholar, Govt. College University, Faisalabad.

Tradition of Freedom of Thought in Urdu Fiction written on Dacca Fall

The article says that literature being mirror to society, preserves many things which even history can't do. As far as Urdu literature is concerned it has archived such events as Indian mutiny 1857, partition of the Sub-continent and the Fall of Dacca. The last mentioned event is such an event which is preserved in literature, especially in fiction, with minute details in a better way than in history. The article discusses almost twenty five Urdu novels and dozens of Urdu short stories which deal with this subject.

تاریخ کے بارے میں ایک جملہ عموماً پڑھنے کو ملتا ہے کہ ''تاریخ حادثات و واقعات کا مجموعہ ہے'' یقیناً ایسا ہی ہے لیکن یہی بات دنیا کے بارے میں بھی کم وبیش اسی طرح درست ہے جیسے تاریخ کے بارے میں۔ ہر خطے میں کچھ واقعات اور حادثات اس قدر نمایاں ہوتے ہیں کہ وہاں کی زندگی کے تمام معمولات تبدیل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کی ماضی قریب کی تاریخ میں انگریزوں کا قبضہ، جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) اور ہندوستان کی تقسیم (۱۹۴۷ء) بہت ہی نمایاں واقعات ہیں۔ ان واقعات نے مقامی آبادی کو انسانی سطح پر بری طرح متاثر کیا۔ ہندوستان کی تقسیم یوں تو ایک جمہوری عمل تھا اور اسے پرامن طور پر مکمل ہونا تھا مگر ہندوؤں، انگریزوں اور سکھوں کی ملی بھگت اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے سبب لاکھوں افراد لقمۂ اجل بنے اور اس دوران میں شرمناک واقعات نے آبادی کو متاثر کیا۔ ایسے ایسے حادثات رونما ہوئے کہ انسانیت منہ چھپائے پھرتی رہی۔ قیام پاکستان کے وقت مہاجرین کے ساتھ جو انسانیت سوز مظالم روا رکھے گئے انہوں نے اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انسانی مسائل نے اردو شعر و نثر کو برابر متاثر کیا۔ ایک زمانے تک ہجرت کا کرب محسوس کیا اور لکھا جاتا رہا۔ خاص طور پر اردو فکشن میں سے ناول اور افسانے کا تو جیسے اسلوب ہی تبدیل ہو کر رہ گیا۔ اس موضوع پر ناول اور افسانے بڑی تعداد میں لکھے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں نے قومی مسائل سے آنکھیں چرائیں اور بدعنوانی، اقتدار کی ہوس اور طالع آزمائی نے مقامی آبادی کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا۔ ظاہر ہے مایوسی اور بے عملی کے سبب قوم میں منفی جذبے

پروان چڑھنا شروع ہو گئے۔ مختلف نوعیت کے تعصّبات نے سر اٹھایا اور پھر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ فساد جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا۔ مشرقی پاکستان میں لسانی تحریک نے ایسا زور پکڑا کیا معاشرت کیا سیاست، کیا معیشت، سبھی کچھ خاکستر ہوتا چلا گیا۔ سیاست دانوں کی اقتدار کے لیے رسہ کشی نے حالات کو بگاڑنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور رہی سہی کسر پے در پے عسکری طالع آزمائی نے اتحاد و یک جہتی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر پوری کر دی۔ مسعود مفتی چوں کہ چشم دید گواہ ہیں اس لیے ان کی رائے اپنی جگہ بےحد اہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> مشرقی پاکستان کے متعلق میری تمام تحریروں میں بکھرے ہوئے نقطۂ نظر کو صرف چند الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آمرانہ پاکستان میں فوجی ڈکٹیٹروں اور وڈیروں کا گٹھ جوڑ مشرقی پاکستان کی جمہوریت اور بلند بانگ اکثریت کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتا تھا۔ اس لیے انھوں نے بہت پہلے سے مشرقی پاکستان سے جان چھڑانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پھر مناسب حالات پیدا کرنے کے لیے محبّ وطن بنگالیوں کو نظر انداز کر کے علیحدگی پسند بنگالیوں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور بالآخر ہندوستان سے مصنوعی جنگ کر کے بڑی عجلت میں دانستہ ہتھیار ڈال دیے گئے تاکہ باقی ماندہ پاکستان ان کی گرفت میں رہے۔(۱)

سقوطِ ڈھاکہ ایسا بڑا سانحہ ہے کہ اس کی شدت کے بارے میں کوئی دو آرا نہیں ہیں۔ اسعد گیلانی لکھتے ہیں:

> یہ دن ہمارے ملک کے ایک عظیم حصے پر دشمن کے قبضے کا دن ہے۔ یہ بڑا بھیانک اور بڑا المناک دن ہے۔ اس دن کے بعد ہماری تاریخ داغ دار ہو گئی ہے۔ اب مسلمان مائیں اپنے بچوں کو اپنی تاریخ کی درخشاں داستانیں سنائیں گی تو یہ دن ان کے دل میں کانٹے کی طرح چبھتا رہے گا۔(۲)

۱۹۷۱ء میں حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ بالآخر ۱۶؍دسمبر کو سقوطِ ڈھاکہ کی خبر نے نوزائیدہ مملکت پاکستان کو دولخت کر دیا۔ مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش کے نام میں ڈھل گیا اور وہاں خوشی کے شادیانے بجائے گئے مگر مغربی پاکستان کے عوام پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ہر طرف مایوسی اور بےزاری نے جیسے قوم کو سینکڑوں برس پیچھے دھکیل دیا ہو۔ ہر شعبۂ زندگی نے اس حادثے کے بہت بھیانک اثرات قبول کیے۔ اس دورانیے میں اردو ادب نے بھی انگڑائی لی۔ اردو شاعری پر گہرے اثرات مرتب ہوئے لیکن مجموعی تاثر مایوسی کی صورت میں سامنے آتا رہا۔ دوسری طرف اردو ناول اور اردو افسانہ بھی متاثر ہوئے مگر اردو فکشن کی ان اہم ترین اصنافِ سخن پر یہ حادثہ ذرا مختلف طریقے سے اثر انداز ہوا۔ ان اصنافِ سخن میں سقوطِ ڈھاکہ کے اسباب و علل، حالات و واقعات اور نتائج و اثرات کے جس جامعیت، آزادی، دلیری اور غیر جانب داری سے تجزیے کیے گئے، وہ اردو ادب کا قابلِ فخر سرمایہ اور اثاثہ ہیں۔

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اردو ادب میں ناول اور افسانے کی سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے مقدار کیا رہی۔ ضروری ہے کہ ایسے ناولوں اور ناول نگاروں جب کہ افسانوں اور افسانہ نگاروں کی فہرست ملاحظہ کر لی جائے۔ پہلے دیکھتے ہیں کہ اردو میں سقوطِ ڈھاکہ کے موضوع پر کس ناول نگار نے کون سا ناول تخلیق کیا:

۱۔ فضل احمد کریم فضلی (خون جگر ہونے تک)

۲۔ عنایت اللہ (خاکی وردی لال لہو)

۳۔ رضیہ فصیح احمد (صدیوں کی زنجیر)

۴۔ انتظار حسین (بستی)

۵۔ قرۃ العین حیدر (آخر شب کے ہم سفر، چاندنی بیگم)

۶۔ الطاف فاطمہ (چلتا مسافر)

۷۔ خالدہ حسین (کاغذی گھاٹ)

۸۔ ظفر پیامی (فرار)

۹۔ نشاط فاطمہ (آنسو جو بہہ نہ سکے)

۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ (راکھ، خس وخاشاک زمانے)

۱۱۔ فہمیدہ ریاض (زندہ بہار)

۱۲۔ سلمٰی اعوان (تنہا)

۱۳۔ طارق محمود (اللہ میگھ دے)

۱۴۔ طارق اسماعیل ساگر (کمانڈو، لہو کا سفر، وطن کی مٹی گواہ رہنا)

۱۵۔ حمید شاہد (مٹی آدم کھاتی ہے)

۱۶۔ نسرین پرویز (سلمٰی کا مقدمہ: ڈھاکہ سے کراچی تک)

۱۷۔ حسین الحق (فرات)

۱۸۔ جیون خان (دیپتی)

۱۹۔ رؤف ظفر (ماتم شہر آرزو)

۲۰۔ عبدالصمد (دو گز زمین)

محولہ بالا فہرست میں زیادہ تر ناول نگاروں کا ایک ایک ناول زیر بحث موضوع پر محیط ہے لیکن بعض کے ہاں ایک سے زیادہ ناول بھی نظر آتے ہیں۔اب دیکھتے ہیں کہ اردو میں سقوط ڈھاکہ کے موضوع پر کس افسانہ نگار نے کون سا افسانہ تخلیق کیا:

۱۔ ابراہیم جلیس (چور، بانگلہ دیش، الٹی قبر)

۲۔ رضیہ فصیح احمد (پل، ورثہ)

۳۔ انور عنایت اللہ (ستم در ستم)

۴۔ انتظار حسین (شہر افسوس، اندھی گلی، وہ جو کھوئے گئے، ہندوستان سے ایک خط، اسیر، نیند، دیوار)

۵۔ اے حمید (اب جاگتے رہنا ہے)

۶۔ اختر جمال (دوسری ہجرت، پرانی جڑیں، زرد پتوں کا بن، پس دیوار زنداں)

۷۔ مسعود اشعر (دکھ جو مٹی نے دیے، آنکھوں پر دونوں ہاتھ، اپنی اپنی سچائیاں، ڈاب اور بیئر کی ٹھنڈی بوتل، بیلا نائی رے جولدی جولدی)

۸۔ پروفیسر محمود واجد (آدھا سفر)

۹۔ امراؤ طارق (بیس سال بعد)

۱۰۔ شہزاد منظر (تیسرا وطن، سزا، سراب، ندیا کہاں ہے تیرا دیس، پچھتاوا، دشمن، اب ہم کہاں جائیں گے ماں، جنبی، یوٹوپیا)

۱۱۔ آغا سہیل (پان، زبان خنجر، پرچم، ٹھکانہ کہیں نہیں)

۱۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر (محاذ ۱۹۷۱ء، سب کہاں، شہر بدری، شہر ماجرا، سمندر کی چوری)

۱۳۔ مسعود مفتی (خوش قسمتی، جال، صدیوں پار، سپنا، امید، کفارہ، نیند، تشنگی، ناگفتنی، باغی)

۱۴۔ ش۔ صغیر ادیب (خون پھر خون ہے)

۱۵۔ محمد منشا یاد (دو پہر اور جگنو)

۱۶۔ فرخندہ لودھی (برسات کی گرم ہوا)

۱۷۔ غلام محمد (نیند، منزل اپنی اپنی، پہچان بڑی مشکل ہے، اداسی، ترک وفا، تین مسافر، کرب، ایک سہما ہوا شخص، بکرم پور ہاؤس، پراسرار بندے)

۱۸۔ احمد زین الدین (زرد موسم کی صلیب، وہ شجر تھا موسم دار کا، درد کی فصلیں)

۱۹۔ ڈاکٹر رشید امجد (بے ثمر عذاب، ہریالی بارش مانگتی ہے، کھیل، ٹوٹتا ہوا سانس، کہانی ایک زوال کی، ریت پر گرفت، نچی ہوئی پہچان، ہابیل اور قابیل کے درمیان ایک طویل مکالمہ)

۲۰۔ امّ عمارہ (بہ گناہی بے گناہی، امرلتا، کروٹ، جب آنکھ کھلی، کس نے کس کو اپنایا)

۲۱۔ ڈاکٹر مشرف احمد (سرحدیں)

۲۲۔ پروفیسر علی حیدر ملک (پسپائی کا آخری موڑ)

۲۳۔ اے خیام (اجنبی چہرے)

۲۴۔ شہناز پروین (مکتی)

۲۵۔ طارق محمود (آئی لینڈ، لال باغ، سرکس)

۲۶۔ جمیل عثمان (خالی ہاتھ، چھوٹا پاکستان، پرچم ستارہ و ہلال، روشنی بے گھر ہوئی، کلیرنس، راہ نوردِ شوق)

۲۷۔ آصف فرخی (کھویا ہوا آدمی، شہر بدری)

۲۸۔ قیصر قصریٰ (تھوتھو)

۲۹۔ احمد سعدی (سمجھوتہ)

۳۰۔ س۔م ساجد (صلیب کے سائے)

۳۱۔ قمر عبداللہ (دنوں کی صلیب)

واضح رہے کہ محولہ بالا ناول اور افسانے وہ ہیں جو مکمل طور پر سقوط ڈھاکہ کے موضوع پر لکھے گئے ورنہ اس سانحے کے فوراً بعد اردو فکشن میں اس کے اسباب و علل، حالات و واقعات اور اثرات و نتائج کے حوالے آنا شروع ہو گئے تھے، جو آج تک اردو ناول اور افسانے کا ایک بڑا موضوع ہیں۔ پاکستانی سماج کے موضوع پر لکھا گیا کوئی بھی ناول ایسا نہیں ہوگا جس میں مذکورہ موضوع

کی پرچھائیاں نہ ہوں۔اس سلسلے میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ شاید ہی کوئی اردو ناول ایسا ہو جو سقوط ڈھاکہ کے سانحے کے بعد لکھا گیا ہو اور اس میں زیر بحث واقعے کا ذکر نہ ہو۔ جب کہ سینکڑوں اردو افسانے ایسے ہیں جن میں سقوط ڈھاکہ کے حوالے در آئے ہیں لیکن مکمل اسی موضوع کو محیط افسانوں کی تعداد بھی سو سے زائد ہے۔تخلیقی ادب میں کسی سانحے کے اس قدر حوالے یقیناً ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

جہاں تک اردو فکشن میں سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے کیے گئے تجزیوں میں حریت فکر کے عنصر کا تعلق ہے تو یہ امتیاز بھی اردو ہی کا ہے کہ اس کے فکشن میں بے حد صاف گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا گیا۔اردو ناولوں اور افسانوں میں سقوط ڈھاکہ کے اسباب وعلل، حالات وواقعات اور نتائج واثرات کا ایسا بے لاگ تجزیہ نہ پہلے اردو ادب میں کیا گیا نہ ہی ہمارے علاقائی ادب میں کہیں نظر آتا ہے۔ان ناولوں اور افسانوں میں ہر ذمہ دار طبقے اور فرد کو نامزد کیا گیا۔تخلیق کاروں نے بغیر کسی لگی لپٹی اور مصلحت کے کھل کر اظہار خیال کیا۔پاکستانی عوام، پاکستانی سیاست دان، پاکستانی مذہبی حلقے، پاکستانی فوج، پاکستانی عدلیہ، پاکستانی ایجنسیاں، پاکستان استاد، پاکستانی صحافی اور کسی بھی دوسرے طبقۂ فکر کے کردار کو طشت از بام کیا گیا۔نام لے لے کر ذمہ داروں کا تعین کیا گیا۔اگر حمود الرحمان کمیشن رپورٹ اب بھی منظر عام پر نہ آتی تو اردو فکشن نے تمام ذمہ دار افراد اور اداروں کی نشان دہی بڑی جرأت سے کر دی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ اس سانحے کی ایسی تخلیقی تاریخ مرتب ہو گئی ہے کہ اگر پیشہ ور مؤرخ چاہے بھی تو حقائق کی تصویر کشی اپنی مرضی سے نہیں کر سکے گا۔یہ امتیاز اردو فکشن کی تاریخ میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اردو ناولوں اور افسانوں میں حریت فکر کا عنصر کس حد تک نمایاں اور ممتاز حیثیت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

قائد اعظم محمد علی جناح برصغیر کے مسلمانوں کے مسلمہ قائد تھے اور ان کی عزت وتوقیر کسی بھی شبہے سے بالاتر تھی مگر جب انہوں نے دوٹوک الفاظ میں اردو ہی کو قومی اور سرکاری زبان قرار دیا تو مشرقی پاکستان کے کچھ حلقوں میں ردعمل کی صورت سامنے آئی۔دیکھیے سلمیٰ اعوان نے اپنے ناول ''تنہا'' میں اس قصے کو کتنی آزادی سے بیان کیا ہے:

> حیدر علی! عظیم قائد نے یہ کیسا حکم دے دیا ہے۔ہم تعلیمی اور سماجی طور پر پسماندہ ضرور ہیں پر ہماری زبان وسیع علمی اثاثہ کی مالک ہے۔اس کی موت تو بنگال کی تہذیب وثقافت کی موت ہوگی۔(۳)

دیکھیے اسی ناول (تنہا) میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان بڑھتی ہوئی نفرتوں کی کس غیر جانب داری سے تصویر کشی کی گئی ہے:

> ''ٹھہرو! اس کی کرخت آواز نے اسے وہیں رکنے پر مجبور کر دیا۔''کون ہو تم؟'' بے زاری سے پوچھا گیا۔
> اس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اسے وہاں آنے کا مقصد بتایا۔
> ''دفع ہو جاؤ یہاں سے، نکمے ذلیل لوگ، مانگنے کے سوا تم لوگوں کو اور بھی کچھ آتا ہے۔''
> ''میں مانگنے نہیں آیا'' اس کڑے وار کو وہ برداشت نہ کر سکا تھا،تلملاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا''تو اور کیا کرنے آئے ہو۔میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ناک میں دم کر رکھا ہے اس سست ذلیل قوم نے۔''(۴)

مشرقی پاکستان میں احساس محرومی ایک طویل عرصے تک پرورش پاتا رہا مگر کسی نے اس جانب توجہ نہ دی۔ بالآخر یہ احساس شدید ردعمل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ طارق محمود نے اپنے ناول ''اللہ میگھ دے'' میں یہ حوالہ کچھ یوں بیان کیا ہے:

ہمارے منہ سے نوالہ چھیننے والو، ہم تمھارے منہ سے نوالہ اگلوائیں گے۔ سونار بنگلہ کی دولت لوٹنے والو، تمھارے حساب کے دن قریب ہیں۔ بنگال کی قسمت سے کھیلنے والو، تمھاری جاہ کی بنیاد ہمارے خون پر رکھی گئی ہے۔ اب یہ جوش کھا رہا ہے۔ بھوک اور افلاس اب ہمارا مقدر نہیں، بنگال جاگ اٹھا ہے۔ (۵)

مشرقی پاکستان کے عوام سیاسی طور پر بے حد بیدار مغز واقع ہوئے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ جب بھی اور جس نے بھی زیادتی کی وہ کبھی بھولے نہیں لہٰذا رضیہ فصیح احمد نے اپنے ناول ''صدیوں کی زنجیر'' میں اس آگاہی کا حوالہ کس آزادی کے ساتھ دیا ہے:

سوال تو یہ ہے کہ جب پاکستان بنگالیوں کی مرضی اور حمایت سے بنا تھا تو وہی اس کو توڑنے پر تیار کیسے ہوئے؟

اس طرح کہ انھیں یہ احساس ہوا یا دلایا گیا کہ پہلے انھیں ہندوؤں نے کچلا پھر انگریزوں نے جی بھر کر دبایا۔ پاکستان بننے کے بعد اکثریت میں ہونے کی وجہ سے حکومت کرنے کا حق ان کا تھا۔ آپ نے وہ حق انھیں نہیں دیا تو انھوں نے دوسرا حق استعمال کیا۔ (۶)

مشرقی پاکستان میں انسانی مظالم کا حوالہ بہت تکلیف دہ ہے۔ اس سلسلے میں سارا اردو ادب گواہی کے طور پر موجود ہے۔ جیون خان نے اپنے ناول ''دپتی'' میں لکھا ہے:

آنے والے دنوں میں سرکاری فوجوں کی آمد آمد کا غلغلہ رہا۔ افواہ سازوں نے باور کرایا کہ پنجابی بڑی رفتار سے بڑھتے اور مقامی آبادی کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے چلے آرہے ہیں۔ جہاں مزاحمت ہوتی ہے وہاں توپ کے دہانے کھول دیتے ہیں۔ بے حساب انسان روئی کے گالوں کی طرح دھنے چلے جاتے ہیں۔ گھروں کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔ (۷)

مشرقی پاکستان میں قتل عام ایک بہت بڑا سانحہ تھا جسے طرح طرح سے بیان کیا گیا۔ ظفر پیامی نے اپنے ناول ''فرار'' میں لکھا ہے:

لنڈا اولڈ فیلڈ نے ڈھاکہ یونیورسٹی کی کیمسٹری لیب کے پیچھے ایک دو چار نہیں پوری دو تین سو لاشوں کو گن لیا۔ لنڈا اولڈ فیلڈ نے ان لاشوں کی تصویریں بھی لے لیں...... وہ تصویریں مردوں، عورتوں، جوانوں اور بچوں کی۔ تصویریں ان بنگالی دانشوروں کی، جنھیں چن چن کر مارا گیا تھا۔ (۸)

تصویر کا دوسرا رخ بھی بہت بھیانک تھا اور اردو فکشن نے اسے بیان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ انتظار حسین نے اپنے ناول ''بستی'' میں یہ حوالہ کچھ یوں بیان کیا ہے:

سقوط ڈھاکہ کی خبر آتے ہی فرید پور سنٹرل جیل کے پٹ کھول دیے گئے۔ قیدی ''بنگلہ دیش کی جے'' کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے سمندر کی بپھری ہوئی لہروں کی طرح باہر نکلے اور جدھر سے گزرے، کمزور، بے بس انسانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہاتے چلے گئے۔ جیل کی چار دیواری البتہ زیادہ دیر تک سونی نہ رہی۔

دوسرے ہی دن اور طرح کے لوگ داخل ہونا شروع ہو گئے، عجیب سے لوگ جو بھلے وقتوں میں قید خانے کے سائے تک سے دور رہتے تھے۔ وہ لوگ جن کا گناہ پاکستان کی حمایت تھا۔(۹)

یہ حوالے تو سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے لکھے گئے اردو ناولوں سے لیے گئے ہیں، جو نمونے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس سانحے کا تجزیہ جس آزادی کے ساتھ اردو فکشن میں ہوا ہے، معاصر تاریخ بھی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اردو افسانے میں سانحہ مشرقی پاکستان کو کس نظر سے دیکھا گیا ہے۔شہزاد منظر نے اپنے افسانے ''یوٹوپیا'' میں سانحے کی ابتدا کو کچھ یوں بیان کیا ہے:

قوم پرست سیاست دانوں نے مقامی اور غیر مقامی باشندوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔ کرنافلی اور آدم جی نگر میں بنگالی اور غیر بنگالی باشندوں کے درمیان بڑے پیمانے پر خونی تصادم ہو چکا تھا اور گزشتہ دس برسوں میں صوبائی عصبیت اور منافرت کی جڑیں بہت گہرائی تک پہنچ چکی تھیں اور اب کھلم کھلا مشرقی پاکستان کی علاحدگی کی باتیں کی جانے لگی تھیں۔(۱۰)

ابراہیم جلیس نے اپنے افسانے ''الٹی قبر'' میں غداری کے ٹائیٹل کی تقسیم کا منظر کچھ یوں بیان کیا ہے:

مگر ۲۴ سال آرام سے ہنستے بولتے اور بالکل بنگالن کی طرح رہتے رہتے اچانک ایک دن عائشہ کو یاد دلایا گیا کہ وہ بنگالن نہیں، بہاری ہے۔ وہ ڈاٹر آف سوائل نہیں۔ چوبیس سال گزر جانے کے باوجود بھی غیر ملکی ہے۔(۱۱)

زبان کا مسئلہ کیسے سنگین ہوا، اس مسئلے پر اختر جمال نے اپنے افسانے ''دوسری ہجرت'' میں کچھ یوں روشنی ڈالی ہے:

بات تو ٹھیک نکلی۔ جگہ جگہ اردو اور بنگالی کی لڑائی اس طرح شروع ہو گئی جیسے کسی زمانے میں اردو اور ہندی کی لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اردو اور ہندی بھی ایک ماں کی دو بیٹیاں تھیں مگر انگریز بہادر نے اپنی حکمت عملی سے انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا تھا اور اب ان کے جانشین بنگلہ اور اردو کی لڑائی کا خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔(۱۲)

مسعود مفتی ''سقوط ڈھاکہ'' کے عینی شاہد ہیں لہٰذا انہوں نے بہت وضاحت کے ساتھ سانحے کے بارے میں تفصیلات بیان کی ہیں، اپنے افسانے ''سپنا'' میں لکھا ہے:

''پھر ۲۵ مارچ آ گیا۔ رات کو پاکستانی فوج نے ایکشن شروع کیا اور بعد ازاں کئی دن تک پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس میں اس کا خاوند بھی پکڑا گیا۔''

''پھر؟'' مفیظ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''پھر پیشتر اس کے کہ اسے پتہ چلتا کہ اس کا خاوند پکڑا گیا ہے اسے دوسرے مشتبہ لوگوں کے ساتھ گولی ماردی گئی۔''

''مگر تم تو کہتے ہو کہ مسلم لیگی اور پاکستانی تھا'' مفیظ نے حیرت سے پوچھا۔

''تھا تو......مگر تم جانتے ہو ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ غلطی سے یا غلط فہمی سے یا غلط مخبری سے کئی بے گناہ لوگ

مارے گئے تھے۔ان میں ایسے بھی تھے جو پاکستان کے حامی تھے۔''(۱۳)

اس سلسلے میں مظالم کی تصویر کشی جس طرح کسی لگی لپٹی کے بغیر اردو فکشن میں ہوئی ہے، شاید کوئی اور صنف سخن اس کا دعویٰ نہ کر سکے۔مسعود اشعر اپنے افسانے ''اپنی اپنی سچائیاں'' میں صورت حال پر یوں روشنی ڈالی ہے:

رات کو توپوں کی گھن گرج میں وہ آئے اور کہنے لگے اپنے مرد ہمارے حوالے کر دو۔سارے مرد ہمارے ساتھ آ جائیں۔میں نے کہا یہ میرا بیٹا تو مرد نہیں ہے، بچہ ہے۔مگر انھوں نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میری بات نہیں سمجھے، جیسے میری آواز ان کے کانوں تک پہنچی ہی نہیں۔

''تم بھی یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔''

''میں یہاں سے کہاں جا سکتی ہوں!مگر تم لوگ یہ تو دیکھو......''

''ہم سب دیکھ لیں گے''انھوں نے ایک قہقہہ لگایا۔تم سامنے سے ہٹ جاؤ۔''

میں سامنے سے ہٹ جانے کا مطلب نہیں سمجھتی تھی مگر جب وہ میری بیٹی کی طرف بڑھے تو میں ان کا مطلب سمجھ گئی اور آگے بڑھی۔''یہ تو میری بیٹی ہے، یہ تمھاری بیٹی ہے، یہ تو مرد نہیں ہے۔''

بیٹی؟کس کی بیٹی؟ان کی آنکھیں سادہ کاغذ کی طرح بالکل سفید تھیں۔

اور پھر زمین کی کوکھ ننگی ہو گئی۔میری بیٹی اپنے باپ اور بھائیوں کے سامنے ننگی ہو گئی۔انھوں نے اس کی ساڑھی پکڑ کر کھینچی اور وہ ساڑھی لمبی ہونے کے بجائے ان کے ہاتھوں میں لپٹ گئی۔''(۱۴)

مشرقی پاکستان میں آخر آخر انسانی مظالم کا سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ اللہ کی پناہ۔اس سلسلے میں احمد سعدی نے اپنے افسانے ''سمجھوتہ'' میں کچھ یوں تفصیل بیان کی ہے:

بنگلہ دیش کو آزاد ہوئے پندرہ روز گزر چکے تھے۔بہاریوں اور پاکستان کے حامی بنگالیوں کا سارا سامان لوٹا جا چکا تھا مگر شہر کی فضا میں ٹھہراؤ کی بجائے بے چینی بڑھتی جا رہی تھی کیوں کہ ہنگامہ دارو گیر زوروں پر تھا اور ایسے لوگ دھڑا دھڑ گرفتار کیے جا رہے تھے جنھوں نے مبینہ طور پر پاکستانی حکومت اور فوج کے ساتھ تعاون کیا تھا......جنگ کے ہیجان کے بعد امن اور آزادی سے سکون نہیں ملا بلکہ غیر یقینی صورت بڑھ گئی تھی۔(۱۵)

حقیقت یہ کہ اردو فکشن میں ناول اور افسانہ دراصل معاصر تاریخ کا بے حد معتبر حوالہ بن گیا ہے۔سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے اردو ناول اور افسانہ لکھنے والوں نے اس قدر حقیقت نگاری کا مظاہرہ کیا ہے کہ بعض اوقات ناول اور افسانہ رپورتاژ کے قریب پہنچ گیا ہے۔

اسی سلسلے میں اتنی بات ضرور کہی جانی چاہیے کہ سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے اردو فکشن میں کرداروں اور مقامات کو اس قدر کھلا لکھا گیا ہے کہ اردو ناول اور افسانہ تخلیقی اعتبار سے کمزور ہوتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مسعود مفتی، آخری ملاقات: مشمولہ سہ ماہی معاصر، اپریل ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء، لاہور: ص ۵۷۔۵۸

۲۔ اسعد گیلانی، پورب دیش، لاہور: مکتبہ الخیر، ۱۹۷۶ء، ص ۵

۳۔ سلمٰی اعوان، تنہا، لاہور: مکتبہ اردو ڈائجسٹ، ۱۹۸۳ء، ص ۸۳

۴۔ سلمٰی اعوان، تنہا، ص ۱۰۱

۵۔ طارق محمود، اللہ میگھ دے، ملتان: کاروان ادب، ۱۹۸۲ء، ص ۱۱

۶۔ رضیہ فصیح احمد، صدیوں کی زنجیر، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۹

۷۔ جیون خان، دپتی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص ۶۶

۸۔ ظفر پیامی، فرار، نئی دلّی: ناولستان، ۱۹۸۶ء، ص ۲۱

۹۔ انتظار حسین، بستی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز: ص ۱۹۱

۱۰۔ شہزاد منظر، یوٹوپیا: مشمولہ ماہنامہ سیپ، شمارہ نمبر ۲۴، کراچی: ص ۱۳۳

۱۱۔ ابراہیم جلیس، منتخب تصانیف: ابراہیم جلیس، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۲ء، ص ۵۷۲

۱۲۔ اختر جمال، زرد پتوں کا بن، لاہور: التحریر، ۱۹۸۱ء، ص ۴۲

۱۳۔ مسعود مفتی، ریزے، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۷۹۔۸۰

۱۴۔ مسعود اشعر، سارے فسانے، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص ۳۷۵

۱۵۔ احمد سعدی، دو دِ چراغِ محفل، ڈھاکہ: شاہکار پبلی کیشنز: س۔ن ص ۵۰۔۵۱